OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v3.02(22)u11.148-154

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور روافض کے اعتراضات کے جوابات
امام رازی کی تفسیر کبیر کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

Responses to the objections of excellence and recitation of Syedna Abu Bakr Siddique a research review in the light of Imam Razi's Tafseer Kabir

Sanaullah Aeri
M. Phil Scholar, Alhamd Islamic University, Quetta, Pakistan.

Muhammad Tahir
Assistant Professor Islamic Studies, Govt Boys Degree College sibi. Visiting Faculty Mckru Sibi.

Mufti Muhammad Abdullah
M. Phil Scholar, Bahauddin Zakariya University, Multan, Pakistan

Received on: 02-05-2022 Accepted on: 05-06-2022

Abstract

Islam is the complete code of life. The Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him) and his companions did everything possible to protect him. They handed it over to their true followers without fault in a completely safe form. However, opponents of Islam have been trying to find fault with the protection of the Qur'an and among them they continue to object to the life of the Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him) and the life of the Messenger of Allah (blessings and peace be upon him). Second, to instill hatred in the hearts and minds of the people about religious and basic personalities in the hearts of Muslims. That is why these prejudiced sects criticize the personal life of the Prophet companions. Imam Razi has responded to these objections with both logical and academic arguments. He has also responded to objections to the Sahabi Messenger Hazrat Abu Bakr Siddique. In the following debate, we have analyzed these objections in detail regarding Sahabi of Muhammad Hazrat Abu Bakr Siddique .

Keywords: Islam, Syedna Abu Bakr Siddique, Tafseer Kabir, Responses to the objections

تعارفِ سیدنا ابو بکر صدیق :

علماء اس پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت عام الفیل کے دو سال اور چند ماہ بعد ہوئی۔[1] آپ ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور والدہ کا نا مسلمیٰ بنت صحر بن عمرو تھا۔ آپ اُم المومنین حضرت عائشہ کے والد محترم تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی بہترین ساتھی اور دوست تھے۔ آپ نے 22 جمادی الاخری 13 ہجری دوشنبہ کا دن گزار کر سہ شنبہ کی رات کو انتقال فرمایا۔[2]

آپ کو متعدد القابات سے پکارا جاتا تھا جو کہ خاندانی شرف، علو منزلت اور بلند مرتبہ ہونے پر دلیل ہیں جو درج ذیل تھیں:

1. **عتیق (آزاد):** حضور اکرم ﷺ نے نوازا یعنی جہنم سے آزاد کردہ۔
2. **صدیق (سچے):** رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں متعدد بار تصدیق کی وجہ سے آپ کو یہ لقب ملا۔
3. **صاحب (ساتھی):** آپ کو یہ لقب اللہ پاک نے نوازا، غار کے ساتھی ہونے کے سبب۔
4. اتقی (بڑا متقی): اللہ عزوجل نے نوازا سورۃ الیل آیت: 18
5. **اواہ (نرم دل):** جو اللہ پاک کے خوف و خشیت پر دلالت کرتا ہے۔

نام، کنیت و نسب:

"عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب [3] بن لوی بن غالب القرشی التیمی" [4]

آپ اور نبی آخر الزمان ﷺ کا سلسلہ نسب مرہ بن کعب پر جاملتا ہے۔

کنیت مبارک ابو بکر ہے۔ لفظ بکر بِکر سے ہے جس کے معنٰی نوجوان اونٹ کے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے معنٰی والدین کی پہلی اولاد، کنواری، انگور کا پہلا دانہ اور ہر شے کی اول وغیرہ بھی ہیں۔ [5]

فضیلتِ سیدنا ابو بکر صدیق (صاحب/ساتھی):

اللہ جل شانہ نے سیدنا ابو بکر صدیق کو یہ لقب قرآن کریم میں سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیت میں عطا فرمایا:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [6]

ترجمہ: "تم نے اگر نبی ﷺ کی مدد نہ کی تو کچھ پرواہ نہیں، اللہ اُس کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ اُس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل کیا اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا۔ اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔" [7]

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں اس آیتِ مبارکہ میں ساتھی سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ امام ابنِ کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ہجرت والے سال جبکہ کافروں نے آپ ﷺ کے قتل، قید یا دیس سے نکال دینے کی سازش کی تھی اور آپ اپنے سچے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ تن تنہا مکہ شریف سے بحکم الٰہی تیز رفتاری سے نکلے۔۔۔ حضور ﷺ ان کی تسکین فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ابو بکر

ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔"[8]

اس سے صاف واضح ہے کہ حضرت ابو بکر کو ساتھی اور صاحب کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کی کتبِ حدیث میں درج ذیل ہے:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا فِي الْغَارِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے، وہ حضرت ابو بکر صدیق سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا جبکہ میں غار ثور میں تھا: اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لے تو ہم اسے ضرور نظر آجائیں گے۔ آپ نے فرمایا: "اے ابو بکر! ان دو کے متعلق تیرا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟"[9]

امام رازی کی تفسیر کبیر میں روافض کے اعتراضات کے جوابات:

اس آیت کے ضمن میں امام رازیؒ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا مختلف وجوہ سے اثبات کرتے ہوئے روافض کے بہت سے اشکالات کا جامع مانع جواب دیا ہے جس کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔[10]

پہلی وجہ: نبی کریم ﷺ جب ہجرت کے لیے نکلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ایسے شخص تھے جن کے باطن پر آپ ﷺ کو مکمل اعتماد تھا کہ ان کا ظاہر اور باطن دونوں صاف ہیں۔ اگر آپ ﷺ کو اس قدر پختہ یقین نہ ہوتا تو آپ ﷺ کبھی ان کو اپنے ساتھ لے کر نہ جاتے۔ اس لیے کہ شک کی صورت میں عین ممکن تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود آپ ﷺ کو کوئی نقصان پہنچا دیتے یا آپ ﷺ کو کفار کے حوالے کر دیتے (العیاذ باللہ)۔ لیکن ان تمام تر خطروں کے باوجود جب آپ ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا صاحب بنایا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان اور اخلاص پر مکمل بھروسہ تھا۔

دوسری وجہ: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو اس وقت آپ کی خدمت میں بہت سے جان نثار ساتھی موجود تھے جن میں کچھ ایسے بھی تھے جو قرابت کے لحاظ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بنسبت آپ کے زیادہ قریب تھے لیکن اس کے باوجود ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی اس مصاحبت کا حکم دیا گیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب آپ کی فضیلت کی عکاسی کرتا ہے۔

تیسری وجہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی تمام لوگوں نے اس موقع پر آپ ﷺ کا ساتھ نہیں دیا۔ البتہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی وہ واحد شخص تھے جو اس پر خطر موقع پر تمام تر خوف کو پس پشت ڈالتے ہوئے ہمہ وقت آپ ﷺ کی خدمت پر مامور رہے جو آپ کی فضیلت کی علامت ہے۔

چوتھی وجہ: قرآن نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر "ثانی اثنین" کہا ہے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ یہ نسبت آپ کو صرف اس

موقع پر حاصل نہیں ہوئی بلکہ اور بھی بہت سے مواقع ہیں جہاں آپ کو یہی نسبت حاصل ہوئی جو قرآن نے آپ کو ہجرت کے موقع پر نصیب کی۔ جیسا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب سے داعی ہیں جنہوں نے جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے سب سے پہلے اس پر لبیک کہا۔ اور اسی دعوت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ابو بکر صدیق نے دوسرے لوگوں مثلاً طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ سب آپ کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ اور کچھ دنوں بعد آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ اس لحاظ سے دعوت کے میدان میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے "ثانی اثنین" ہیں۔ اسی طرح ہر غزوہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے شریک سفر رہے ہیں اور آپ کی خدمت کے لیے ہر لمحہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی ہر مجلس کے "ثانی اثنین" ہیں۔ آپ ﷺ کے مرض وفات میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے مصلے پر نماز ادا کروائی۔ اس لحاظ سے بھی آپ "ثانی اثنین" ہیں۔ وفات کے بعد آپ ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اس جہت سے بھی آپ "ثانی اثنین" ہیں۔

اعتراض: اس موقع پر روافض عام طور پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "ثانی اثنین" کی نسبت کوئی فضیلت کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہی اسلوب سورہ مجادلہ میں ہر انسان کے لیے ایسے ہی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ہر تین انسان کے ساتھ چوتھا ہوتا ہے (ما یکون من نجویٰ ثلاثۃ الا ھو رابعھم--- الخ) اسی طرح یہ حکم ہر قسم کے انسان مسلمان یا کافر کو شامل ہے۔ پس جس طرح یہاں اللہ کے مقابلے میں انسان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اسی طرح نبی کے ساتھ کسی انسان کو "ثانی اثنین" ذکر کیا جائے تو اس کی فضیلت ثابت نہیں ہو گی۔

جواب: یہ اعتراض محض ہٹ دھرمی اور تعصب پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ سورہ مجادلہ میں بیان شدہ معیت سے مراد رب تعالیٰ کا علم اور تدبیر ہے کہ وہ ہر ایک انسان کے ضمیر سے واقف ہے۔ جب کہ ہماری بحث میں "ثانی اثنین" سے مراد ہر حوالے سے معیت کو ثابت کرنا نہیں بلکہ عظمت کو بیان کرنا ہے۔ اور اس پر دلیل وہ تمام وجوہ ہیں جو ہم نے پہلے بیان کی ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ دراصل ان کے ظاہر و باطن کے قطعی طور پر صاف ہونے کی نشانی ہے۔

پانچویں وجہ: روایات میں آتا ہے کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں غمگیں ہونے لگے تو آپ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ پریشان نہ ہو کیونکہ آپ کا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو؟[11] اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تسلی اور یہ اسلوب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منصب کی عظمت اور بلند درجہ کی نشانی ہے۔

چھٹی وجہ: اس آیت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا صاحب کہا گیا ہے جو کمال فضیلت کی علامت ہے۔ اسی وجہ سے حسین بن فضیل بیان کرتے ہیں کہ جو کوئی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے گا تو وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں صاحب سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

اعتراض: روافض نے اس وجہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن نے ایک موقع پر کافر کو بھی مومن کا صاحب کہا ہے (قال لہ صاحبہ وھو

یحاوره اکفرت بالذی خلقک من تراب)اس لیے ابو بکر کو صاحب قرار دینا فضیلت کی علامت نہیں ہے۔

جواب: اعتراض میں ذکر کردہ آیت میں اگرچہ کافر کو مومن کا صاحب قرار دیا ہے لیکن اسی کے ساتھ کافر کے کفر کو بھی بیان کر دیا گیا ہے" اکفرت بالذی الخ"جب کہ ہماری بحث جس آیت سے متعلق ہو رہی ہے اس میں واضح طور پر تعظیم کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا(لا تحزن ان الله معنا)لھذا ان دونوں آیات کا اسلوب اور بیان مختلف ہے تو اشکال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

ساتویں وجہ:(ان الله معنا) میں جس معیت کا ذکر کیا جا رہا ہے بلاشبہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت حفاظت، مدد و نصرت، معاونت غرضیکہ ہر پہلو کے لحاظ سے ساتھ ہے۔اور لا محالہ اس معیت میں آپ ﷺ بھی شریک تھے کیونکہ قرآن کا اسلوب اسی کو بیان کر رہا ہے۔اور اس کے علاوہ کوئی بھی سطحی معنیٰ مراد نہیں لیا جاسکتا اس لیے کہ آپ ﷺ بھی اس معیت میں شامل ہیں۔پس وہی معنیٰ مراد لیا جائے گا جو عظمت و رفعت پر مشتمل ہو جس میں ابو بکر بھی شامل ہوں گے۔

اسی معنی کو ایک اور طریقے سے یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ قرآن نے بیان کیا ہے(ان الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون)یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت ہر اس شخص کو حاصل ہے جو متقی اور محسن ہے پس ابو بکر صدیق بھی متقی اور محسن ہیں چونکہ ان کو اللہ کی معیت حاصل ہوئی ہے۔

آٹھویں وجہ:"لا تحزن ان الله معنا"اس جملہ میں نہی مطلق کا ذکر کیا گیا ہے جو دوام اور تکرار کی علامت ہے۔جس کا معنیٰ یہ ہے کہ ابو بکر اس کے بعد کبھی غمگین نہ ہوں نہ موت سے پہلے اور نہ موت کے بعد۔

غرضیکہ مذکورہ بالا اور دیگر کئی وجوہات ایسی ہیں جن سے ابو بکر صدیق کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد روافض کی جانب سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق چند اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے ان کا جواب دیا ہے۔جس کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔(12)

امام رازی بیان کرتے ہیں کہ روافض نے اس موقع پر بہت سے اعتراض کیے ہیں جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے ابو بکر کو غمگین ہونے سے روکا تو آیا یہ حزن ابو بکر کے لیے جائز تھا یا ناجائز؟اگر تو جائز تھا تو آپ ﷺ نے اس سے روکا کیوں؟اور اگر ناجائز تھا تو ابو بکر ایک ناجائز کام کا مرتکب ٹھہرا ہے۔

ایک اعتراض یہ کیا ہے ابو بکر کو آپ ﷺ اپنے ساتھ اس لیے لے کر نہیں گئے کہ آپ ﷺ کو ابو بکر پر اعتماد تھا بلکہ اصل وجہ ساتھ لے جانے کی یہ تھی کہ چونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ﷺ کو شک تھا کہ یہ میرے متعلق مشرکین مکہ کو آگاہ نہ کر دے اس لیے اس کو مکہ میں نہیں چھوڑا۔

اسی طرح ایک اعتراض یہ ہے کہ اگرچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے ساتھ جانا ایک فضیلت ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹانا زیادہ فضیلت کی علامت ہے۔اس لیے کہ آپ ﷺ کو پتہ تھا کہ کفار قتل کا ارادہ کر چکے ہیں لھذا یہ سب جانتے ہوئے علی کو بستر پر

چھوڑنا در حقیقت ان کو موت کے حوالے کرنا ہے جو کہ انتہائی شرف کی علامت ہے اور ابو بکر کے فعل سے زیادہ مشکل اور اعلیٰ کام ہے۔

جواب: ابو علی جبائی کی وساطت سے پہلے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے قرآن کی مختلف آیات سے یہ واضح کیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ جس حزن سے منع کر رہے ہیں وہ کوئی ایسی حالت نہیں جس پر اعتراض کیا جائے بلکہ یہ تو ایک بشری تقاضا ہے جس پر کسی قسم کی ملامت نہیں کی جاسکتی۔

جیسا کہ موسیٰؑ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا(لا تخف انک انت الاعلی)اسی طرح ابراھیمؑ جب فرشتوں کے لیے بھونا ہوا تازہ بچھڑا لے کر آئے تو فرشتوں نے کہا" لاتخف" اسی طرح لوطؑ کو کہا" لا تخف ولا تحزن" تو کیا ان تمام مقام پر جس خوف کا ذکر کیا جا رہا ہے یہ ایسا خوف ہے جس کی وجہ سے ان مقرب انبیاء کرام کو عاصی یا موجب طعن سمجھا جائے؟

دوسرے اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ اعتراض محض سوفسطائیت اور عصبیت پر مبنی ہے اس لیے کہ اگر ابو بکر صدیق کی نیت خالص نہ ہوتی تو جیسے ہی کفار غار کے دہانے پر پہنچے تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چیخ پڑتے کہ محمد ﷺ میرے ساتھ ہیں تاکہ کفار جس قسم کا بھی بدلہ لینا چاہتے تو لے لیتے۔اسی طرح ابو بکر صدیق کے بیٹے اور بیٹی بھی مشرکین مکہ کو بتادیتے کہ وہ دونوں کہاں گئے ہیں۔

تیسرے اعتراض کا جواب مختلف اسالیب سے دیا ہے۔ایک جواب یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل ایک قابل قدر اور اعلیٰ ورفیع تھا لیکن اس کے باوجود ابو بکر صدیق کا فعل زیادہ قابل تحسین اور اعلیٰ ہے کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے موجود تھے۔اور جو فریق ساتھ ہوتا ہے اس کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے اس رفیق سے جو ساتھ نہ ہو۔

ایک جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف ایک دن مصیبت برداشت کرنا پڑی جب تک کفار کو یہ معلوم نہیں ہو چکا تھا کہ آپ ﷺ یہاں نہیں ہیں۔جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو تین دن غار میں خوف و حراست کی تکلیف برداشت کرنا پڑی کہ کہیں آج نہ پکڑ لیں اور کہیں کل۔اس لیے جس شخصیت کی قربانی زیادہ ہے اس کا مقام بڑا ہے۔

ایک جواب یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے بھی تمام اہلیان مکہ کو اس بات کا علم تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دین کی دعوت دیتا ہے اور آپ ﷺ پر اپنا جان مال سب قربان کرتا ہے، کفار سے بہت سے مواقع پر مخاصمت بھی کی ہے۔جب کہ حضرت علی اس وقت تک ابھی اس قابل نہیں تھے کہ کفار سے دست و گریباں ہوں کیونکہ وہ ابھی چھوٹے تھے۔ان تمام تر حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے یہ واضح ہے کہ کفار کا زیادہ غصہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تھا نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔اسی لیے جب ان کو یہ علم ہوا کہ بستر پر علی لیٹا ہے تو ان کو اس کے بعد کچھ نہیں کہا۔پس اس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت اس موقع پر زیادہ پر خطر تھی،ان کو پتہ تھا کہ کفار مجھے کسی بھی حال میں تکلیف پہنچانے سے گریز نہیں کریں گے لیکن اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کے رفیق سفر ہوئے۔لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ زیادہ عالی و بلند ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے بعد آیت کے اس حصے" وایدہ بجنود لم تروھا"کی دو تقدیریں ذکر کی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غزوہ تبوک کے موقع پر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جیسے میں نے ہجرت کے موقع پر اپنے نبی کی مدد کی ایسے ہی یہاں بھی کروں گا۔اور یا اس آیت میں غزوہ بدر میں فرشتوں کے ذریعے جو مدد و نصرت کی گئی تھی اس کی طرف اشارہ ہے اسی لیے" وایدہ بجنود لم تروھا"فرمایا کہ بدر میں کفار کے خلاف فرشتوں نے بھی جنگ لڑی تھی تو آج بھی اللہ فرشتوں کے ذریعے اپنے نبی کی مدد کر سکتا ہے۔

اور آیت میں مذکور کلمہ سفلیٰ سے مراد کفر کا کلمہ ہے اور کلمہ علیا سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔یعنی جیسے بدر کے موقع پر کفر کے کلمہ کا مقدر ذلت و پستی ٹھہرا تھا اور کلمہ اسلام یعنی لا الہ الا اللہ بلند ہوا تھا،اب بھی یہی حال ہو گا۔[13]

خلاصہ بحث:

اس تحقیقی مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ روافض کے تمام تر اعتراضات بے بنیاد ہے جن اعتراضات کا نہ عقل سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی نقلی دلیل سے واسطہ ہے۔امام رازی کی تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب) کی روشنی میں تمام اعتراضات کو دیکھا گیا اور اعتراضات کے جوابات پر تفصیلی و گہری نظر سے جائزہ لیا گیا تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ روافض کے اعتراضات صرف وہمی باتیں ہیں۔آخر میں اس بات پر توجہ دلانا ضروری ہے سلف کی علمی کتب کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ وسوسوں سے آسانی کے ساتھ نجات مل سکے۔

References

1) Dr. Ali Muhammad, translator: al- Sheikh Shameem Ahmed Khalil Al-salfi, Syedna Abu Bakr Siddique shakhsiyat o karnamy, Al-Furqan Trust, Muzaffar Ghar, Pg.47
2) Dr. Ali Muhammad, translator: al- Sheikh Shameem Ahmed Khalil Al-salfi, Syedna Abu Bakr Siddique shakhsiyat o karnamy, Al-Furqan Trust, Muzaffar Ghar, Pg.500
3) Seerat-o-Hayat al-Sadeeq, Mujdi Fatheh Al-Syed, P. 27
4) Al- Ashabat-ul-Ibn- Hajar, Vol:4, Pg. 144,145
5) Tarteeb Al-Qamoos Al-Muheet (Translation), Vol:1, Pg.306
6) Al-Tooba.9:40
7) Syed Abu Al- Ali Modoodi, Tafheem-ul-Quran, Idara Tarjuman-Al-Quran, Lahore,Pg.499
8) Imam Ibn Kaseer, Amad Ud- Din Abu Al-Fida, Tafseer Ibn Kaseer, Para:10, Maktaba Qudoosiya, (2006), Pg. 472
9) Al-Bukhari, Al-Jamih Al-Sahih Al-Bukhari, Hadith:3653
10) Al Razi, Mufateeh Al-Ghaib, Vol:16, Pg. 65-69
11) Al-Bukhari, Al-Jamih Al-Sahih Al-Bukhari, Hadith:3653, Imam Muslim, Al-Jamih Al-Sahih Al-Muslim, Hadith: 2381
12) Al Razi, Mufateeh Al-Ghaib, Vol:16, Pg.69-71
13) Al Razi, Mufateeh Al-Ghaib, Vol:16, Pg.71